اجتہاد کے لغوی و اصطلاحی مفاہیم......ایک تاریخی جائزہ

The Linguistic and Idiomatic Definition of Ijtihad-A Historical analysis

Hafiz Abdul Basit Khan, Assistant Professor
Sheikh Zayed Islamic Center, University of the Punjab, Lahore

Abstract

The article explores the linguistic as well as idiomatic definition of ijtihad which has been described by different lexicographers and Muslim jurists. Linguistically, ijtihad is derived from "juhd" and "jahd",."Juhd" means employing ones complete strength, and 'juhd' means hardship and difficulty. Regarding the literal meaning of ijtihad, there is no consensus among jurists. Some jurists believe that ijtihad means making effort and endeavor in order to achieve presumption (zann) regarding a hukm (law) of the Shariah. Another group of scholars defines ijtihad as an effort on the part of a faqih (jurists) for deriving the ahkam (Injunctions) of the Shariah. The writer has also discussed a comprehensive definition.

Keywords: Linguistic; Ijtihad;Shariah

علوم اسلامیہ میں یہ روایت رہی ہے کہ معَرَّف (جس کی تعریف کی جارہی ہو) کی ایسی تعریف بیان کی جاتی ہے جو اس کے تمام زاویوں کا احاطہ کرتی ہو بالفاظ دیگر اپنے افراد کو جامع ہو (الجامع لافرادہ)، نیز اس معرف کے علاوہ کسی اور معرف کے افراد کو اس سے خارج کرتی ہو بالفاظ دیگر غیر سے مانع ہو (المانع عن افراد غیرہ) یہی وجہ ہے کہ تعریفات پر بہت توجہ دی جاتی ہے اور کسی علم کی ایک سے زیادہ تعریفات اس علم کے متخصصین سے منقول ہوتی ہیں ہر متخصص یہ کوشش کرتا ہے کہ ایسی جامع و مانع تعریف کرے جو ہر لحاظ سے مکمل ہو۔ اجتہاد جیسا حساس موضوع بھی اسی طرح اپنی تعریف کے حوالہ سے خاصا اہم رہا ہے۔ زیر نظر سطور میں زمانی اعتبار سے اس کی مختلف تعریفات ذکر کی جارہی ہیں۔

اجتہاد کا لغوی مفہوم:

اجتہاد، جھد سے نکلا ہے۔ علمائے لغت کا کہنا ہے کہ جھد، جیم کے ضمہ اور فتحہ دونوں کیساتھ منقول اور مستعمل ہے۔ اگر ضمہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی وسعت اور طاقت ہے اور اگر فتحہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی مشقت ہے۔ بعض نے فتحہ کی صورت میں اس کا معنی مبالغہ اور انتہائی کوشش قرار دیا ہے۔ جبکہ ایک رائے یہ بھی ہے کہ دونوں صورتوں میں اس کا معنی

وسعت اور طاقت ہی ہے البتہ مشقت اور انتہائی کوشش کے لئے صرف فتحہ کے ساتھ استعمال ہوگا۔

ابن الاثیر لکھتے ہیں:

"قد تكرر لفظ الجُهد والجَهد فى الحديث كثيرا، وهو بالضم: الوسع والطاقة، وبالفتح: المشقة، وقيل هما لغتان فى الوسع والطاقة، فاما فى المشقة والغاية فالفتح لا غير" (۱)

ابن الاثیر کی یہی عبارت ابن منظور اور علامہ زبیدی نے بھی نقل کی ہے۔(۲)

نیز ابن منظور ابن عرفہ کے حوالے سے یہی نقل کرتے ہیں۔

"ابن عرفة: الجُهد بضم الجيم، الوسع والطاقة والجَهد المبالغة والغاية" (۳)

قرآن کریم میں جُھد اور جَھد دونوں استعمال ہوئے ہیں۔

﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ﴾ (۴)

''وہ اللہ کی پکی قسمیں کھاتے ہیں'' یہاں جَھد ایمانہم سے مراد بڑے مبالغہ کیساتھ گویا پکی قسمیں کھانا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ﴾ (۵)

یعنی وہ مسلمان اپنی انتہائی بساط اور طاقت کے ساتھ جو حاصل کرتے ہیں اس کے علاوہ ان کے پاس کچھ نہیں۔ البتہ یہاں ایک قرأت بالفتح بھی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ جَھد اور جُھد دونوں کے معنی میں انتہائی کوشش، طاقت اور سعی کا مفہوم موجود ہے۔

اجتہاد اسی جہد سے باب افتعال ہے۔اس کا معنی ہے انتہائی کوشش خرچ کرنا۔

"والتجاهد بذل الوسع والمجهود، كالاجتهاد، افتعال من الجَهد: الطاقة" (٦)

ظاہر ہے کہ انتہائی کوشش کا خرچ کرنا کسی معمولی چیز میں نہیں ہوتا بلکہ کسی بھاری یا اہم چیز کے بارے میں ہوتا ہے جسمیں انتہائی درجے کی کوشش درکار ہو۔

"ولا يستعمل الا فيما فيه كلفة وجهد فيقال اجتهد فى حمل حجر الرحاء ولا يقال أجتهد فى حمل الخردلة" (٧)

یعنی اجتہاد کا لفظ اس کام کے لیے بولا جاتا ہے جس میں مشقت اور کلفت ہو۔عرب چکی کا پاٹ اٹھانے کے لئے ''أجتهد'' استعمال کرتے ہیں لیکن ایک دانے کو اٹھانے کے لیے 'اجتهد' استعمال نہیں کرتے۔

پھر جس طرح اجتہاد کا لفظ امور حسیہ کے لیے استعمال ہوتا ہے اسی طرح امور عقلیہ کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

اجتہاد کا اصطلاحی مفہوم:

علمائے اصولیین نے اجتہاد کی مختلف تعریفات بیان کی ہیں۔ یہاں زمانی اعتبار سے ان تعریفات میں سے نمایاں ذکر کی جا رہی ہیں۔

امام ابوبکر جصاص (م ۳۷۰ھ/۹۸۱ء) نے یہ تعریف کی ہے:

"بذل المجهود فيما يقصده المجتهد ويتحراه" (۸)

''مجتہد کا اپنے مقصود کے حصول میں مقدور بھر کوشش کرنا۔''

ابن حزم (م ۴۵۶ھ/۱۰۶۴ء) نے اجتہاد کی مختلف تعریفات بیان کی ہیں:

"بلوغ الغاية و استنفاد الجهد فى المواضع التى يرجى وجوده فيها فى طلب الحق"(۹)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

"أستنفاد الجهد فى طلب الشىء المرغوب ادراكه حيث يرجى وجوده فيه او حيث يوقن بوجوده فيه" (۱۰)

اسی طرح ایک تعریف یہ بیان کی ہے کہ

"الطاقة فى طلب حكم النازلة حيث يوجد ذلك الحكم" (۱۱)

حاصل تمام تعریفات کا یہ ہے کہ مرغوب چیز کی طلب میں حصول حق کے لیے اپنی انتہائی کوشش صرف کرنا اور وہ شیء مرغوب در پیش مسئلہ میں حکم شرعی کی تلاش ہے۔

ابوالولید الباجی المالکی (م ۴۷۴ھ/۱۰۸۱ء) کی تعریف یہ ہے۔

"بذل الوسع فى بلوغ الغرض" (۱۲)

''مطلوب تک پہنچنے میں مقدور بھر خرچ کرنا۔''

'الحدود' میں باجی نے جو تعریف کی ہے اس میں ''**فى طلب صواب الحكم**'' کے الفاظ ہیں۔(۱۳)

علامہ شیرازی شافعی (م ۴۷۶ھ/۱۰۸۳ء) لکھتے ہیں:

"بذل الوسع و بذل المجهود فى طلب الحكم الشرعى لمن هو اهله" (۱۴)

حکم شرعی کی طلب میں اس شخص کا مقدور بھر کوشش کرنا جو اس کا اہل ہے۔

امام الحرمین شافعی (م ۴۷۸ھ/۱۰۸۵ء) نے لکھا ہے۔

"تفريغ الوسع فى تحصيل المقصود" (۱۵)

''مقصد کے حاصل کرنے میں مقدور بھر کوشش کرنا۔''

امام سمعانی شافعی (م۴۸۹ھ/۱۰۹۶ء) ''قواطع الادلۃ'' میں فرماتے ہیں:

"بذل الجهد فى استخراج الاحكام من شواهدها الدالة عليها بالنظر المؤدى اليها"(١٦)

''احکام کو ان پر دلالت کرنے والے شواہد سے ان تک پہنچانے والی فکر کے ذریعے مستنبط کرنے میں اپنی پوری کوشش صرف کر دینا۔''

امام غزالی (م۵۰۵ھ/۱۱۱۱ء) فرماتے ہیں۔

"بذل المجتهد وسعه فى طلب العلم باحكام الشريعة" (١٧)

''احکام شریعت کے علم کے حصول میں اپنی مقدور بھر کوشش خرچ کرنا۔''

امام موصوف نے اجتہاد تام کی تعریف علیحدہ ذکر کی ہے:

"ان يبذل الوسع فى الطلب بحيث يحس من نفسه بالعجز عن مزيد طلب" (١٨)

''احکام شریعت کے حصول میں اتنی کوشش صرف کرنا کہ اس سے زیادہ سے وہ شخص اپنے کو عاجز محسوس کرے۔''

امام رازی (م۶۰۶ھ/۱۲۱۰ء) اجتہاد کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"استفراغ الوسع فى النظر فيما لا يلحقه فيه لوم مع استفراغ الوسع فيه" (١٩)

''غور و فکر میں اپنی کوشش کو مکمل خرچ کرنا ان امور میں جن میں اس کوشش کرنے والے کو ملامت نہ ہو۔''

ابن قدامہ (م۶۲۰ھ/۱۲۲۴ء) فرماتے ہیں:

"بذل المجتهد فى العلم باحكام الشرع" (٢٠)

''احکام شریعت کے علم میں اپنی کوشش خرچ کرنا۔''

"والاجتهاد التام ان يبذل الوسع فى الطلب الى ان يحس من نفسه بالعجز عن مزيد الطلب" (٢١)

اور اجتہاد تام یہ ہے کہ اس حد تک کوشش کرنا کہ مزید سے وہ عجز محسوس کرے۔

علامہ آمدی (م۶۳۱ھ/۱۲۳۴ء) فرماتے ہیں:

"استفراغ الوسع فى طلب الظن بشىء من الاحكام الشرعية على وجه يحس من

النفس العجز عن المزيد فيه" (۲۲)

''احکام شرعیہ میں ظن کے حصول کے لیے اتنی کوشش کرنا کہ مزید سے وہ عجز محسوس کرے۔''

ابن حاجب (م۶۴۲ھ/ ۱۲۴۵ء) فرماتے ہیں:

"استفراغ الفقيه الوسع لتحصيل ظن بحكم شرعی" (۲۳)

''فقیہہ کا حکم شرعی کے ظن کے حصول میں کوشش خرچ کرنا۔''

امام قرانی (م۶۸۴ھ/ ۱۲۸۶ء) فرماتے ہیں:

"بذل الوسع فی الاحکام الفروعية الكلية ممن حصلت له شرائط الاجتهاد" (۲۴)

اجتہاد کی شرائط پر پورا اترنے والے کا فروعی کلی احکام میں انتہائی کوشش خرچ کرنا۔

امام بیضاوی (م۶۸۵ھ/ ۱۲۸۷ء) فرماتے ہیں۔

"استفراغ الجهد فی درک الاحكام الشرعية" (۲۵)

''احکام شرعیہ کے حاصل کرنے میں مقدور بھر کوشش کرنا۔''

امام نسفی (م۷۱۰ھ/ ۱۳۱۰ء) فرماتے ہیں۔

"بذل الوسع والطاقة فی طلب الحكم الشرعی بطريقه" (۲۶)

''حکم شرعی کے حصول میں اس کے مقررہ طریقہ پر چل کر مقدور بھر کوشش خرچ کرنا۔''

علامہ ارموی (م۷۱۰ھ/ ۱۳۱۰ء) نے امام رازی کی تعریف کو اختیار کیا ہے۔ (۲۷)

علامہ عبدالعزیز بخاری حنفی (م۷۳۰ھ/ ۱۳۳۰ء) کی تعریف ابن قدامہ کی تعریف سے معمولی لفظی اختلاف کے علاوہ موافق ہے۔ (۲۸) جبکہ علامہ جرجانی (م۷۴۰ھ/ ۱۳۴۰ء) کی تعریف ابن حاجب کی تعریف کے مشابہ ہے۔ (۲۹)

ابن مفلح مقدسی حنبلی (۷۶۳ھ/ ۱۳۶۲ء) کی تعریف یہ ہے۔

"استفراغ الفقيه الوسع لدرک حكم شرعی" (۳۰)

''حکم شرعی کے حصول میں فقیہہ کا مقدور بھر کوشش خرچ کرنا۔''

ابن السبکی (م۷۷۱ھ/ ۱۳۶۹ء) فرماتے:

"استفراغ الفقيه الوسع لتحصيل ظن بحكم" (۳۱)

کسی حکم کے ظن کے حصول میں فقیہہ کا مکمل کوشش کرنا۔

علامہ زرکشی (م۷۹۴ھ/ ۱۳۹۲ء) فرماتے:

"بذل الوسع فی نیل حکم شرعی عملی بطریق الاستنباط" (۳۲)

"استنباط کے طریقے سے عملی شرعی حکم کے حصول میں مکمل کوشش خرچ کرنا۔"

علمائے احناف میں سے علامہ ابن ہمام (م ۸۶۱ھ/ ۱۴۶۰ء) فرماتے ہیں:

"بذل الطاقة من الفقیه فی تحصیل حکم شرعی ظنی" (۳۳)

"ظنی حکم شرعی کے حصول میں فقیہہ کا اپنی فکری طاقت خرچ کرنا۔"

نیز علمائے احناف میں سے علامہ ابن نجیم (م ۹۶۹ھ/ ۱۵۶۱ء) اور صاحب مسلم الثبوت علامہ ابن عبد الشکور (۱۱۱۹ھ/ ۱۷۰۷ء) نے ابن ہمام ہی کی تعریف کو اختیار کیا ہے۔ (۳۴)

علامہ ابن عابدین (م ۱۲۶۱ھ) فرماتے ہیں:

"بذل المجهود من الفقیه فی تحصیل حکم شرعی" (۳۵)

"حکم شرعی کے حصول میں فقیہہ کا اپنی کوشش کو خرچ کرنا۔"

علامہ شوکانی (م ۱۲۵۵ھ/ ۱۸۴۰ء) نے امام رازی کی تعریف انہی کے حوالہ سے ذکر کی ہے۔ (۳۶)

بعض محدثین کی طرف یہ تعریف منسوب ہے۔

"ملکة یقتدر بها علی أستنباط الاحکام الشرعیة العملیة من أدلتها التفصیلیة" (۳۷)

"اجتہاد ایک ایسا ملکہ ہے جس کے ذریعے مجتہد شریعت کے عملی احکام کو ان کے تفصیلی دلائل سے مستنبط کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔"

جبکہ اہل تشیع کی طرف یہ تعریف منسوب ہے۔

"ملکة تحصیل الحجج علی الاحکام الشرعیة او الوظائف العملیة شرعیة او عملیة" (۳۸)

یہ تعریف بھی محدثین کی تعریف سے مشابہہ ہے۔

تعریفات پر استدراک وانتقاد:

اجتہاد کی یہ تعریفات زمانی ترتیب سے اسی لیے ذکر کی گئی ہیں کہ یہ اندازہ ہو سکے کہ ان تعریفات میں کیا کیا تبدیلیاں آتی رہی ہیں اور ان تعریفات پر کیا کیا اعتراضات وارد ہوتے رہے ہیں۔ مندرجہ ذیل فروق وانتقادات قابل ذکر ہیں۔

۱۔ محدثین اور شیعہ کی طرف منسوب تعریف اور بقیہ تمام تعریفات میں جوہری فرق یہ ہے کہ مقدم الذکر سے معلوم ہوتا

ہے کہ اجتہاد ایک ملکہ ہے نہ کہ عمل جبکہ مؤخر الذکر سے لازم آتا ہے کہ اجتہاد ایک عمل (Process) کا نام ہے۔ اس فرق کا اثر یہ ہوگا کہ مقدم الذکر گروہ کے نزدیک اجتہاد میں تجزی نہیں ہوسکتی، اس لیے کہ وہ ایک ملکہ ہے، ملکہ قابل تجزی نہیں ہوتا جبکہ مؤخر الذکر گروہ کے نزدیک یہ عمل ہے اور عمل میں تجزی ہوسکتی ہے۔ (۳۹)

۲۔ امام غزالی کی تعریف میں ''مجتہد'' کے لفظ پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اجتہاد کی تعریف میں مجتہد کے لفظ سے لازم آتا ہے کہ اجتہاد سے پہلے ہی مجتہد ہو بالفاظ دیگر اس سے دور لازم آتا ہے کہ معرَّف یعنی اجتہاد کی معرفت مجتہد پر موقوف ہے، غالباً یہی وجہ ہے کہ بعد کی تعریفات میں مجتہد کی بجائے ''فقیہہ'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ ابن حاجب اور سبکی کی تعریف میں فقیہہ کا لفظ مذکور ہے۔ (۴۰)

۳۔ مذکورہ تعریفات میں سے بعض میں تعمیم ہے اور بعض میں تخصیص۔ ان تعریفات میں تعمیم و تخصیص دو طرح سے ہے۔ اول یہ کہ کن کن احکام میں اجتہاد ہوگا؟ کیا صرف شرعی فرعی احکام میں اجتہاد ہوگا یا ہر طرح کے احکام مجال اجتہاد ہیں؟

ابوبکر جصاص، ابن حزم، علامہ باجی، امام الحرمین، سمعانی، امام رازی اور علامہ ارموی وغیرہ کی تعریفات میں مجتہد فیہ احکام میں تخصیص نہیں ہے جبکہ اس کے مقابلہ میں امام قرافی کی ''نفائس الاصول'' کی تعریف میں تخصیص ہے کہ اصطلاحی اجتہاد صرف فروعی کلی احکام میں ہوگا۔

دوسری تعمیم اس طرح سے ہے کہ اجتہاد کے ذریعے سے حکم شرعی میں ظنیت یا علم بمعنی قطعیت کا حصول ضروری ہے یا عام ہے کہ قطعیت ہو یا ظنیت۔

اکثر تعریفات میں عموم ہے کہ احکام شرعیہ مطلقاً مجال اجتہاد ہیں، ظنیت یا قطعیت کی تخصیص نہیں۔ چنانچہ مذکورہ تعریفات میں جہاں جہاں ''الاحکام الشرعیۃ'' یا ''احکام الشریعۃ'' مطلقاً آیا ہے وہاں عموم ہے جبکہ بعض تعریفات میں تخصیص ہے اگر ''العلم بالاحکام الشرعیۃ'' کے الفاظ ہوں تو علم قطعیت کے معنی میں آتا ہے لہذا احکام شرعیہ میں قطعیت کا حصول ضروری ہے۔ جیسے امام غزالی، ابن قدامہ اور عبدالعزیز بخاری کی تعریفات میں ہے۔ جبکہ بعض نے ''فی تحصیل ظن بحکم'' جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں جس سے واضح ہے کہ ان حضرات کے یہاں حکم شرعی میں ظنیت کا حصول کافی ہے۔ جیسے آمدی، ابن حاجب، سبکی اور محبّ اللہ بہاری وغیرہ کی تعریفات میں ہے۔

جہاں تک پہلے امر کا تعلق ہے تو جن حضرات نے مطلقا احکام شرعیہ کو مجال اجتہاد قرار دیا ہے شاید تعریف کی جامعیت و مانعیت کے شایان شان نہیں ہے کہ احکامِ شرعیہ کو مطلق رکھا جائے بلکہ مکمل تخصیص کے ذریعے فروعی کلی احکام کا ذکر ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ اصولی احکام اصطلاحی اجتہاد کے دائرہ کار میں نہیں آتے، اسی طرح جنایات کے تاوانوں اور تلف

شدہ چیزوں کی قیمت کا اندازہ بھی اصطلاحی اجتہاد میں نہیں آتا۔(۴۱)

بعض احکام شرعیہ میں قطعیت مطلوب ہوتی ہے جبکہ بعض میں ظنیت، اس لیے مطلق رکھنے میں دونوں شامل ہوجاتے ہیں جبکہ ایک کا ذکر کرنے سے دوسرا تعریف میں داخل نہیں ہوتا۔

جہاں تک دوسرے امر کا تعلق ہے اس کے متعلق امام قرافی لکھتے ہیں:

"ثم ان الاقتصار على الظن لا سبيل اليه فان المجتهد يطلب احد الامرين فايهما ظفر افتى به" (۴۲)

"پھر احکام شرعیہ میں حصول ظن پر اکتفاء کرنا درست نہیں، اس لئے کہ مجتہد ظن یا علم دونوں میں سے ایک کو تلاش کرتا ہے دونوں میں سے جو بھی حاصل ہوجائے وہ اس پر فیصلہ کر دیتا ہے۔"

اس لیے جن حضرات نے اس لحاظ سے تعریف کو مطلق رکھا ہے وہ صحیح ہے۔

بعض حضرات نے اجتہاد کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ اجتہاد تام اور اجتہاد ناقص۔(۴۳)

اجتہاد تام اور اجتہاد ناقص:

۴۔اجتہاد ناقص یہ ہے کہ محض حکم کے پہچاننے میں غور وفکر کیا جائے اور اجتہاد تام یہ ہے کہ اس حد تک غور وفکر کیا جائے کہ اس سے زیادہ سے نفس عجز محسوس کرے۔

ابن بدران اس کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مثاله مثال من ضاع له درهم في التراب فقلبه برجله فلم يجد شيا فتركه وراح وآخر اذا جرى له ذلك جاء بغربال فغربل التراب حتى يجد الدرهم او يغلب على ظنه انه ما عاد يلقاه فالاول أجتهاد قاصر والآخر أجتهاد تام" (۴۴)

"جیسے کسی شخص کا درہم مٹی میں گم ہوگیا تو اس نے پاؤں سے مٹی کو اوپر نیچے کیا اور نہ ملنے پر کوشش چھوڑ دی، یہ اجتہاد ناقص ہے۔اس کے مقابلے میں دوسرے شخص نے اپنے گمے ہوئے درہم کو ڈھونڈنے کے لیے کدال استعمال کی اور مٹی کو کھودتا رہا یہاں تک کہ اسے درہم مل گیا یا اسے غالب گمان ہوگیا کہ اب وہ درہم نہیں ملے گا، یہ اجتہاد تام ہے۔"

۵۔ امام رازی اور ان کی اتباع میں انہی کی تعریف کو اختیار کرنے والے احباب علامہ ارموی اور علامہ شوکانی پر ایک اعتراض یہ ہے کہ ان کی بیان کی ہوئی تعریف فاسد ہے اس لیے کہ اس میں تکرار ہے۔"**استفراغ الوسع**" کی

ترکیب تعریف میں دوبارہ آ گئی ہے۔(۴۵)

اسی طرح شیرازی کی تعریف پر اعتراض ہے کہ اس میں بھی تکرار ہے ''**استفراغ الوسع وبذل المجهود**'' دونوں ہم معنی ترکیبات اکھٹی استعمال کی ہیں۔تعریفات میں ایسا تکرار مستحسن نہیں ہے۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ تکرار وضاحت اور بیان کیلئے ہے کیونکہ تعریفات میں خوب وضاحت مطلوب ہوتی ہے۔(۴۶)

پسندیدہ تعریف:

ان اعتراضات کے پیش نظر معاصر مصنفین میں سے بعض نے بیضاوی کی تعریف کو پسند کیا ہے اور ابن ہمام کی تعریف کو بیضاوی کی تعریف کے مشابہ قرار دیا ہے۔وہبہ الزحیلی لکھتے ہیں۔

> **''وانسب التعريف فی رأينا من التعاريف المنقولة، هو ما ذكره القاضی البيضاوی وهو ''استفراغ الجهد فی درک الاحكام الشرعية'' ...... وبمثله عرفه ابن الهمام وغيره''** (۴۷)

زحیلی نے لکھا ہے کہ یہ تعریف عام ہے ظن اور علم دونوں اس میں شامل ہو جاتے ہیں، نیز نقلیات اور قطعیات دونوں میں اجتہاد کی گنجائش اس سے نکل آتی ہے نیز ابن ہمام کی تعریف میں ''**من الفقيه**'' کے لفظ سے غیر فقیہہ کا اجتہاد خارج ہو جاتا ہے۔(۴۸)

جبکہ بعض نے قرافی کی تعریف ''**بذل الوسع فی الاحكام الفروعية الكلية ممن حصلت له شرائط الاجتهاد**'' میں بیضاوی کی تعریف سے لفظ ''**درک**'' اور زرکشی کی تعریف سے ''**بطريق الاستنباط**'' کا اضافہ کر کے مندرجہ ذیل تعریف کو پسندیدہ قرار دیا ہے۔

> **''بذل الوسع فی درک الاحكام الفرعية الكلية بطريق الاستنباط ممن حصلت له شرائط الاجتهاد''** (۴۹)

''بذل الوسع'' بمنزلہ جنس کے ہے۔ پھر ''درک الاحکام'' کی قید سے احکام کے علاوہ میں کی گئی کوششیں (مثلا علاج معالجہ) خارج ہو گئیں۔''الفرعیۃ'' کی قید سے علمی، عرفی، لغوی، حسی اور عقلی احکام خارج ہو گئے ''الکلیۃ'' کی قید سے کپڑوں کی طہارت، جنایات کے تاوان اور تلف شدہ چیزوں کی قیمت وغیرہ کے اندازہ میں کئے گئے اجتہادات خارج ہو گئے اس لیے کہ وہ اصطلاحاً اجتہاد نہیں۔''بطریق الاستنباط'' سے وہ کوشش جس میں احکام کو ظاہر نصوص سے حاصل کیا گیا ہو وہ خارج ہو گئی اس لیے کہ یہ اصطلاحی اجتہاد میں داخل نہیں۔ممن حصلت لہ شرائط الاجتہاد'' سے عام شخص کا اجتہاد خارج ہو گیا۔(۵۰)

مقالہ نگار کی رائے میں آخری تعریف مختار اور پسندیدہ ہے۔تعریف کی جامعیت اور مانعیت کے اعتبار سے یہ

سب سے اچھی تعریف ہے۔ یہاں یہ واضح کردینا ضروری ہے کہ ان تعریفات میں غور کرنے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ تمام طرق استدلال، استحسان، عرف، قیاس اور مصالح مرسلہ اصطلاحی اجتہاد میں داخل ہیں۔ اس لیے کہ اجتہاد کا عمل ان سب میں ہوتا ہے امام شافعی سے جب سوال کیا گیا کہ قیاس اور اجتہاد ایک چیز ہے تو فرمایا یہ دونوں الفاظ ایک ہی معنی میں آتے ہیں۔(۵۱) ظاہر ہے کہ امام موصوف کی مراد یہ ہوگی کہ تعریف الکل بالجزء کے تحت اجتہاد کو قیاس کہا جاسکتا ہے ورنہ اجتہاد عام ہے اور قیاس خاص۔(۵۲) اسی طرح ابوبکر جصاص نے اجتہاد کے دو اور معنی ذکر کیے ہیں۔ اول ظن غالب کے حصول کے لیے کی جانے والی کوشش، دوم، اصول کی روشنی میں کسی بھی طرح کا استدلال۔(۵۳) ان میں سے دوسرا معنی اصطلاحی اجتہاد میں نہیں آتا اسی معنی کو اجتہاد اصطلاحی کی تعریف سے نکالنے کیلئے قرافی ''الکلیۃ'' کی قید لگاتے ہیں۔

نیز یہ کہ اجتہاد صرف غیر منصوص احکام میں ہوتا ہے۔ اس بحث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اجتہاد صرف ان حضرات کے لیے جائز ہے جن امیں اجتہاد کی اہلیت ہو۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ابن الاثیر، مبارک بن محمد، النھایۃ فی غریب الحدیث والاثر، ایران، مؤسسۃ اسمعیلیان، ۱۳۹۲ھ، ۱/۳۲۰

۲۔ ابن منظور افریقی، محمد بن مکرم، لسان العرب، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۹۹۶ء، ۲/۳۹۵؛ زبیدی، سید محمد مرتضی، تاج العروس، بیروت، دار الفکر، ۱۹۹۴ء، ۴/۴۰۷

۳۔ لسان العرب، ۲/۳۹۶

۴۔ المائدہ ۵:۵۳؛ الانعام ۶:۱۱۰؛ النحل ۱۶:۳۸؛ النور ۲۴:۵۳؛ فاطر ۳۵:۴۲

۵۔ التوبۃ ۹:۷۹

۶۔ تاج العروس، ۴/۴۰۸

۷۔ الغزالی، ابوحامد محمد بن محمد، المستصفی من علم الاصول، کراچی، ادارۃ القرآن، ۱۴۰۷ھ، ۲/۱۰۱

۸۔ جصاص، ابوبکر احمد بن علی الرازی، الفصول فی الاصول، کویت، وزارۃ الاوقاف، ۱۴۱۴ھ، ۴/۱۱

۹۔ ابن حزم، علی بن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام، قاہرہ دار الحدیث ۱۴۰۴ھ، ۱/۴۵

۱۰۔ ایضاً، ۸/۵۸۷

۱۱۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام، ۸/۵۸۷

۱۲۔ الباجی، ابوالولید سلیمان بن خلف، احکام الفصول فی احکام الاصول، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۹۸۹ء، ۱/۵۲

۱۳۔ ابوالولید الباجی، ابوالولید سلیمان بن خلف، الحدود، بیروت، مؤسسۃ الزنجی، ۱۹۷۳ء، ص ۶۴

۱۴۔ شیرازی، ابراہیم بن علی، اللمع، بیروت، دار ابن کثیر، ۱۴۱۶ھ، ص ۲۵۸
۱۵۔ امام الحرمین جوینی، عبدالملک بن عبداللہ، الکافیہ فی الجدل، مصر، مطبع عیسی البابی الحلبی، ۱۹۷۹ء، ص ۵۸
۱۶۔ سمعانی، ابوالمظفر منصور بن محمد، قواطع الادلۃ، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۹۷ء، ۲/۳۰۲
۱۷۔ المستصفیٰ، ۲/۱۰۱
۱۸۔ محولا بالا
۱۹۔ رازی، فخر الدین محمد بن عمر، المحصول مع نفائس الاصول، ریاض، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، ۱۹۹۷ء، ۹/۳۹۷۲
۲۰۔ ابن قدامہ، موفق الدین عبداللہ بن احمد، روضۃ الناظر وجنۃ المناظر، مصر، مکتبۃ الکلیات الازہریہ، ۱۹۹۱ء، ۲/۳۰۳
۲۱۔ محولہ بالا
۲۲۔ آمدی، سیف الدین، علی بن محمد، الاحکام فی اصول الاحکام، مصر، مؤسسۃ الحلبی، ۱۹۶۷ء، ۴/۱۴۱
۲۳۔ ابن حاجب، عثمان بن عمر، منتھی الوصول والامل، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۸۵ء، ص ۶۹
۲۴۔ قرافی، احمد بن ادریس، نفائس الاصول شرح المحصول، ریاض، مکتبہ مصطفیٰ نزار الباز، ۱۹۹۷ء، ۹/۳۹۷۵
۲۵۔ بیضاوی، عبداللہ بن عمر، منہاج الوصول مع نہایۃ السوؤل، بیروت، دار ابن حزم، ۱۴۲۰ھ، ۲/۱۰۲۵
۲۶۔ نسفی، ابوالبرکات، عبداللہ بن احمد، کشف الاسرار، شرح المنار، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۸۶ء، ۲/۳۰۱۔۳۰۲
۲۷۔ ارموی، محمد بن عبدالرحیم، نہایۃ الوصول، ریاض، مکتبۃ مصطفیٰ نزار الباز، ۱۹۹۹ء، ۹/۳۷۸۵
۲۸۔ بخاری، علاء الدین عبدالعزیز بن احمد، کشف الاسرار شرح المنار، مکۃ المکرّمۃ، مکتبۃ عباس احمد الباز، ۱۴۱۸ھ، ۴/۲۰
۲۹۔ شریف جرجانی، سید علی بن محمد، التعریفات، بیروت، دار المنار، س۔ن، ص ۱۳
۳۰۔ ابن مفلح، شمس الدین محمد بن مفلح، اصول الفقہ، ریاض، مکتبۃ العبیکان، ۱۹۹۹ء، ۴/۱۴۶۹
۳۱۔ ابن السبکی، عبدالوہاب بن علی، جمع الجوامع مع المحلی وحاشیۃ البنانی، بیروت، دار الکتب العلمیۃ، ۱۹۹۸ء، ۲/۵۸۵
۳۲۔ زرکشی، محمد بن بہادر، البحر المحیط، قاہرہ، دار الکتبی، ۱۴۲۴ھ، ۸/۲۲۷
۳۳۔ ابن ہمام، محمد بن عبدالواحد، التحریر مع التقریر والتحبیر، بیروت، دار الفکر، ۱۴۱۷ھ، ۳/۳۸۸
۳۴۔ ابن نجیم، زین الدین بن ابراہیم، فتح الغفار بشرح المنار، مصر، مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۹۳۶ء، ۳/۸۳؛ محبّ اللہ بن عبدالشکور البھاری، مسلم الثبوت مع فواتح الرحموت والمستصفی، ایران، منشورات الشریف رضی، ۱۳۹۲ھ، ۲/۳۶۲
۳۵۔ ابن عابدین، محمد امین بن عمر، ردالمحتار علی الدر المختار، بیروت، دار الفکر، ۱۳۸۶ھ، ۵/۳۶۵
۳۶۔ شوکانی، محمد بن علی، ارشاد الفحول، ریاض، مکتبۃ مصطفیٰ نزار الباز، ۱۴۱۷ھ، ۳/۸۳۲
۳۷۔ یہ تعریف مسئلہ اجتہاد پر معاصر مصنفین کی کتاب میں بعض محدثین کے حوالہ سے مذکور ہے۔
علوانی، جابر فیاض، ڈاکٹر، الاجتہاد والتقلید فی الاسلام، قاہرۃ، دار الانصار، ۱۹۷۹ء، ص ۱۶؛ نادیہ شریف العمری، ڈاکٹر، الاجتہاد فی الاسلام، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۹۸۱ء، ص ۲۳؛ وھبہ الزحیلی، ڈاکٹر، الاجتہاد فی الشریعۃ الاسلامیۃ مشمولۃ الاجتہاد، ناشر، ریاض، جامعہ محمد بن مسعود، ۱۹۸۱ء، ص ۱۶۸
۳۸۔ الاجتہاد فی الاسلام، ص ۲۳ ۳۹۔ الاجتہاد فی الاسلام، ص ۲۳

۴۰۔ الاجتہاد فی الاسلام،ص۲۵ ۴۱۔ نفائس الاصول،۹/۳۹۷۴۔۳۹۷۵

۴۲۔ ایضاً،۹/۳۹۷۵

۴۳۔ المستصفی ،۲/۱۰۱،کشف الاسرار عن اصول البز دوی،۴/۲۰؛روضۃ الناظر مع نزہۃ الخاطر،۲/۳۰۳

۴۴۔ نزہۃ الخاطر،۲/۳۰۳

۴۵۔ جمال الدین،عبدالرحیم بن الحسن،نھایۃ السؤل شرح منھاج الوصول،بیروت،دارابن حزم،۱۴۲۰ھ،۲/۱۰۲۶

۴۶۔ الاجتہاد فی الاسلام،ص۲۲

۴۷۔ وہبہ الزحیلی ،ڈاکٹر،اصول الفقہ الاسلامی،ایران،داراحسان،۱۹۹۷ء،۲/ ۱۰۳۸

۴۸۔ محولہ بالا

۴۹۔ اسعد عبدالغنی کفراوی،ڈاکٹر،الاستدلال عندالاصولیین ،مصر،السلام،۲۰۰۵ء،ص ۳۰۸

۵۰۔ الاستدلال عندالاصولیین ،ص۳۰۹

۵۱۔ الشافعی،محمد بن ادریس،الرسالۃ ، بیروت،المکتبۃ العلمیۃ،س۔ن،ص ۴۷۷

۵۲۔ المستصفی ،۲/۵۴ ۵۳۔ الفصول فی الاصول،۴/ ۱۱۔۱۲